اقبال کے عالمی منشور کے قیام کا لائحہ عمل

*ڈاکٹر حذافہ رفیق

**ڈاکٹر طاہرہ بشارت

With its universal and extensive themes and import, Iqbal's message is beyond the limits of colour, race and religion. His work has worldwide guidance and appeal. Iqbal's global motto is the motto of all nations regardless of colour and religion. Iqbal's aim is ''Ideology of Islam ''; however, this thought is only restricted to East in its real sense. To achieve this objective, Iqbal considers it imperative to have co-ordination and dialogue between East and West. In addition to this he considers religion and dialogue among all religions to be the only possible way towards harmony for the dead conscience of mankind which can guarantee forbearance and respect for all religions of the world. In order to return to religion, Iqbal sees hope in the East only, because East has such ideological basis that can revolutionize brotherhood and compatibility among mankind.In this article, some essential points for the Establishment of Iqbal's Universal Motto will be analyzed .

اقبال کے فلسفہ میں وسیع انسانی ہمدردی، محبت، اخوت اور وہ تمام انسانی اقدار جلوہ گر نظر آتی ہیں جو بنی نوعِ انساں کو متحد کر کے ایک عالمی ریاست کا نتیجہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اقبال کی وسیع انسانی ہمدردی جو پورے کرۂ ارض اور نسلِ آدم کو محیط ہے، وہ جذبہ وطنیت و قومیت کی شدید نفی اور مذمت کرتی ہے۔ یوں اقبال وطن دوست ہی نہیں ہیں بلکہ انسانیت دوست بھی ہیں، جس میں کسی ذات، رنگ، نسل، مذہب اور قوم کے امتیاز کی کوئی گنجائش نہیں۔ اقبال ابتدا میں وسیع انسانی ہمدردی کو اپنے وطن تک محدود رکھنے کے قائل تھے لیکن بعد میں اقبال کا نقطہ نظر وطنیت سے ملت کی طرف منتقل ہو گیا اور اگر اقبال کا از اوّل تا آخر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کا مقصود ہمیشہ اور ہر دور میں انسانیت اور انسانی فلاح و بہبود ہی رہا۔ اقبال نہ صرف قومیت سے دستبردار ہوئے بلکہ اِسے انتہائی خطرناک اور مہلک ٹھہرایا۔ جن حضرات کو اقبال سے یہ شکایت ہے کہ ان کے کلام میں ہر جگہ مسلمان اور اسلام کا ذکر ملتا ہے انہیں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے یہاں انسان، انسانی وحدت اور انسانی عظمت کا ذکر کہاں کہاں اور کس کس طرح جاری و ساری ہے۔ نوعِ انسانی اس کی قوم اور سارا جہاں اس کا وطن ہے اور زندگی کے تمام دکھ درد کا مداوا نوعِ انسان کی محبت ہے۔

*لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ

**پروفیسر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ایک عالمگیر مفکر و مصلح کی حیثیت سے اقبال کا پیام مذہب و جغرافیہ کی حدود و قیود کا پابند نہیں' بلکہ اقبال کے کلام میں تمام بنی نوع انسانیت کیلئے رہنمائی ہے' ہمہ گیر اور عالمگیر پیام ہے۔ علامہ اقبال کا عالمی منشور بلا لحاظ نسل و زبان اور بلا امتیازِ عرب و عجم تمام اقوام کا منشور ہے۔ آج جبکہ مصائب میں گھری انسانیت کو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ نا اتفاقی' تصادم' انتشار اور ان اسباب کا بغور جائزہ لیں جو صدیوں کے ملوکانہ اور سامراجی تسلط کی دین ہیں' اور ان تدبیروں کو متفقہ طور پر بروئے کار لانے کا عزم کریں جو تمام انسانیت کو متحد و فعال بنا کر مثبت کردار ادا کریں۔

اقبال کے تمام فکری مباحث کا مقصد ایک عالمی ریاست کا قیام ہے جس کی تشکیل و ترقی کی کوشش کم از کم پچھلی دو صدیوں سے ہو رہی ہے۔ انیسویں صدی میں یورپ کے سامراج کی نو آبادیاتی فتوحات کا یہی مقصد تھا' بیسویں صدی میں امریکی سرمایہ داری اور روسی اشتراکیت کا کا مطمح نظر بھی یہی تھا' پہلی جنگِ عظیم کے بعد لیگ آف نیشنز اور دوسری جنگ عظیم کے بعد یونائیٹڈ نیشنز کے محرکات میں قیامِ امن کے دعوے کے ساتھ اتحادِ انسانیت کا نعرہ بھی اس مقصد کا ترجمان تھا' اب نیو ورلڈ آرڈر سے امریکہ کی مراد ایک عالمی تہذیب ہی ہے۔

اقبال تاریخ کے رجحانات سے بخوبی آگاہ تھے اور حال سے بڑھ کر مستقبل کے اُفق پر بھی بہت دور تک دیکھ رہے تھے' وہ مغرب کے دعوے اور نعرے کو بالکل کھوکھلا سمجھ رہے تھے اس لیے کہ وحدتِ انسانی کی کوئی نظریاتی بنیاد یورپ اور امریکہ کے ساستدانوں اور فلسفیوں کے پاس نہیں تھی۔ وہ سب کے سب قومی' علاقائی' نسلی اور طبقاتی کشمکش میں ذہنی اور عملی طور پر مبتلا تھے' ان کے سامنے صرف اپنا معاشی مفاد اور اس پر مبنی سیاسی نقطہ نظر تھا۔ ان کے مدنظر کوئی ایسا اخلاقی اُصول ہی نہیں تھا اور نہ ہی اب ہے جو پوری انسانیت کو عالمگیر بنیادوں پر متحد کر سکے۔

اقبال ایسے ایک عالمگیر و آفاقی نظریئے سے آگاہ اور اس کے علمبردار تھے' لہٰذا انہوں نے ''ضربِ کلیم'' کی نظم ''مکہ اور جنیوا'' میں عالمی تہذیب کی تعمیر کیلئے اپنا پیغام اس طرح پیش کیا' فرماتے ہیں:

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم
تفریقِ ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم
مکّے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم! (۱)

جب یہ اشعار کہے گئے' جنیوا لیگ آف نیشنز کا مرکز تھا بعد میں بھی یونائیٹڈ کے ساتھ نیشنز ہی کی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ترکیب تھی۔اس کا صاف مطلب ہے جیسا اقبال نے سمجھا کہ مغرب کے ذہن میں مختلف اقوام ہی کا تصور کارِ فرما رہا' متحدہ انسانیت کا تصور ان کے شعور میں کبھی نہ آ سکا' نہ آ سکتا ہے' چنانچہ وحدتِ آدم' ملتِ آدم اور جمعیتِ آدم کیلئے کائنات میں صرف ایک تصور ہے' اسلامی توحید یعنی ایک خدا' ایک انسان' نتیجتاً ایک عالمی تہذیب' حریت کیلئے بھی' اخوت کیلئے بھی' مساوات کیلئے بھی۔ یہ آفاقی اُصول ایک قانونِ فطرت ہے۔فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ط فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ قلا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔(۲) جس کے مطابق انسان کی تخلیق کی گئی۔(۳)

عالمِ انسانی کی تشکیلِ نو کیلئے اقبال نے چھٹے خطبے ''الاجتہاد فی الاسلام'' میں ایک لائحہ عمل دیا ہے:

"Humanity needs three things today, a spiritual interpretation of the universe, spiritual emancipation of the individual, and basic principles of a universal import directing the evolution of human sociey on a spiritual basis." (۴)

یعنی عالم انسانی کو آج عالمگیر برادری بننے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے: کائنات کی روحانی تعبیر' فرد کا روحانی استخلاص' وہ بنیادی اُصول جن کی نوعیت عالمگیر ہو اور جن سے معاشرے کا ارتقا روحانی اساس پر ہوتا رہے۔

کائنات کی روحانی تعبیر

اقبال اپنے پہلے خطبے "Knowledge and Religious Experience" یعنی ''علم اور مذہبی مشاہدات'' میں لکھتے ہیں:

"What is the character and general stucture of the universe which we live? Is there a permanent element in the constitution of this universe? How are we related to it? What plce do we occupy in it, and what is the kind of conduct that befits the place we occupy? These questions are common to religion, philosophy, and higher peotry." (۵)

یعنی یہ عالم جس میں ہم رہتے ہیں اس کی نوعیت کیا ہے اور ترکیب کیا؟ کیا اس کی ساخت میں کوئی دوامی عنصر موجود ہے؟ باعتبار اس مقام کے ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ یہ سوالات ہیں جو مذہب فلسفہ اور اعلیٰ شاعری میں مشترک ہیں۔آغاز استدلال یہ قرار پایا کہ فلسفے' مذہب اور شاعری کے مسائل مشترکہ مباحث ہیں۔کائنات (عالم) ایک بہت پیچیدہ عقدہ ہے۔محمد سہیل عمر کے نزدیک انسان کو جو صلاحیت عطا کی گئی ہے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اس سے وہ حقیقت کلیہ کو گرفت میں لانے سے قاصر رہتا ہے' ساتھ ہی وہ اس تلاشِ حقیقت کی جستجو کو ترک نہیں کر سکتا' لہٰذا اس کا فزوی علم اس کو کلی رہنمائی بہم نہیں پہنچا سکتا اور انسان غیر مطمئن رہتا ہے۔ علم کا آدرشی درجہ یہ ہے کہ ایک توحیدی اُصول قائم کر کے کامیابی سے مربوط دنیا کی کثرت کا استنباط کیا جائے' یہ آدرش شعوری حضور خداوندی میں زندگی بسر کرنے اور قربِ خداوندی سے سرفراز ہونے سے عبارت ہے۔(۶)

انسان جن حدود و قیود کا اسیر ہے وہ اس کو نہ تو وجودِ باری کا انکار کرنے کی اجازت دیتی ہیں کیونکہ اس سے اس کی اپنی روحانی طلب مجروح ہوتی ہے(۷)

اقبال کے نزدیک مذہب ان حائق کے بارے میں ضروی رہنمائی فراہم کرتا ہے اور مذہب کا منصب و مقام اس حوالے سے سائنس سے بھی بڑھ کر ہے کہ اس کے بنیادی اُصولوں کیلئے ہمیں معتقدات سائنس سے زیادہ عقلی اساس کی ضرورت ہے۔(۸) سائنس ہر مدلل مابعد الطبیعات کو نظر انداز کر سکتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اب تک اس نے ایسا ہی کیا لیکن مذہب ایسا نہیں کر سکتا کہ ہماری واردات اور تجربات کی دنیا میں جو اضداد پائے جاتے ہیں ان کو باہم تطبیق نہ دے' یا جس ماحول میں ہمیں پیدا کیا گیا اس کی تصدیق سے مذہب انکار کر دے۔(۹)

اقبال کے نزدیک متکلمین فرنگ نے ہستیٔ باری تعالیٰ پر تین دلیلیں قائم کی ہیں' کونی' غائی اور وجودی۔(۱۰)

دلیل کونی کی رو سے کائنات ایک معلول متناہی ہے لہٰذا ضرور ہے کہ اس کی کوئی ملت بھی ہو لیکن پھر ہر علت کیلئے چونکہ ایک دوسری علت کا وجود مستلزم ہے اور ذہن انسانی کیلئے ممکن نہیں کہ ایک ابدی تقہر کرتا چلا جائے' اس لیے ایک ایسی علت کا وجود تسلیم کرنا پڑا جو کسی دوسری علت کا معلول نہیں یعنی علت اولیٰ یا علت العلل' لیکن اگر معلول متناہی ہے تو اس کی علت بھی متناہی ہوگی یا زیادہ سے زیادہ اولیٰ یا علت العلل' لیکن اگر معلول متناہی ہے تو اس کی علت بھی متناہی ہوگی یا زیادہ سے زیادہ علت متناہی کا ایک لامتناہی سلسلہ۔(۱۱)

دلیلِ غائی کا معاملہ یہ ہے جس میں معلول کی علت کا معاملہ اس اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اس کی نوعیت کیا ہے۔ لہٰذا جب عالمِ فطرت کے مشاہدے سے کچھ یوں نظر آتا ہے کہ اس کے اعمال و افعال میں پیش نہیں' غرض و غایت اور تطابق و توافق کے آثار پائے جاتے ہیں تو ہم کہتے ہیں ان سے ایک ایسی شاعر بالذات ہستی کا ثبوت مل جاتا ہے جس کے علم و قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔(۱۲)

حالانکہ اس دلیل سے کوئی نتیجہ مترتب ہوتا ہے تو یہ کہ کائنات ایک پہلے سے قائم یعنی سابق الوجود

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

(بالفاظ دیگر قدیم اور جس کے قدم وحدوث مادہ کی بحثیں پیدا ہوئیں)' بے حس اور متزاحم ہیولیٰ ہے جس کے اجزا میں بجائے خود نظم وترتیب کی کوئی صلاحیت نہیں' لیکن یاد رکھنا چاہیے اس طرح صرف ایک صانع کا ماننا لازم آتا ہے' خالق کا ماننا لازم نہیں آتا جس کے متعلق اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ ہیولیٰ کائنات کو اسی نے خلق کیا جب بھی یہ اس کی حکمت ودانائی کا کوئی اچھا ثبوت نہیں کہ اول تو ایک بے حس اور متزاحم ہیولیٰ کی تخلیق سے اپنے لیے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرے اور ان پر غالب آنے کیلئے ان طریقوں سے کام لے جو اس کی فطرتِ اصلیہ کے منافی ہیں یوں بھی جس صانع کا وجود اپنے ہیولیٰ سے خارج ہے وہ لامحالہ اس ہیولیٰ سے اور اپنے محدود ذرائع کے باعث وہ طرزِ عمل اختیار کرے گا جو انسان بحیثیت صانع اختیار کر سکتا ہے۔(۱۳)

دلیل وجودی میں' البتہ جسے مختلف فلسفیوں نے مختلف شکلوں میں پیش کیا اہل فکر کیلئے بڑی کشش پائی جاتی ہے۔ کارتیسی فلسفہ میں اس کا انداز یہ ہے' جب کسی صفت کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی شے کی ماہیت یا تصور میں داخل ہے تو اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ صفت مذکور فی الواقعہ اس شے میں موجود ہے یعنی ہم اس صفت کا اس میں اثبات کر سکتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ خدا ہے۔(۱۴)

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی عقلی اساسات کی جستجو کا آغاز نبی اکی ذاتِ مبارکہ سے ہی ہو گیا تھا' یونانی فلسفہ کی حیثیت تاریخِ اسلام میں ایک زبردست ثقافتی قوت کی رہی ہے' لیکن جب ہم علم کلام کے ان مختلف مذاہب پر نظر ڈالتے ہیں جن کا ظہور فلسفہ یونان کے زیرِ اثر ہوا اور ان کا مقابلہ قرآن پاک سے کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یونانی فلسفہ نے مفکرینِ اسلام کے مطمحِ نظر میں وسعت پیدا کر دی تھی مگر بحیثیت مجموعی قرآن مجید میں ان کی بصیرت محدود ہر کر رہ گئی۔(۱۵)

سقراط کی نظر صرف عالمِ انسانی تک محدود تھی' سقراط کے شاگرد افلاطون کو بھی ادراک بالحواس سے نفرت رہی' برعکس اس کے قرآن مجید نے سمع وبصر کا شمار اللہ تعالیٰ کے گراں قدر انعامات میں کیا اور عنداللہ اپنے اعمال وافعال کا جواب دہ ٹھہرایا۔ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا.(۱۶)

یہ حقیقت تھی جسے شروع کے مسلمانوں نے قرآن مجید کے مطالعہ میں یونانی ظن وتخمین سے مسحور ہو کر نظر انداز کر دیا۔ بہ الفاظ دیگر انہوں نے اس کا مطالعہ بھی فکر یونان ہی کی روشنی میں کیا اور پھر کہیں دوسو برس میں جا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کر سمجھے اور وہ بھی پورے طور سے نہیں کہ قرآن پاک کی روح اساساً یونانیت کے منافی ہے۔(۱۷)

غزالی نے مذہب کی بنیاد فلسفیانہ تشکک پر رکھی اور ابن رشد نے ارسطو کی پیروی میں بقائے عقل فعال (کہ روح (نفس) ایک شے بسیط اور اُصول کلی ہے اور اس لیے غیر فانی' لہٰذا نفس فرد کو بقا حاصل نہیں) کا عقیدہ وضع کیا جو اس تصور کے سراسر خلاف ہے جسے قرآن مجید نے نفس انسانی کی قدر و قیمت اور مقصود و منتہا کے بارے میں قائم کیا' یوں ابن رشد اسلام کے ایک نہایت اہم اور پُر معانی تصور کے فہم سے قاصر رہا اور ایسے مست اور فرسودہ فلسفے کی نشو ونما کا سبب بنا جس سے انسان کو نہ تو اپنی ذات میں بصیرت حاصل ہوتی ہے نہ خالقِ کائنات اور کائنات میں۔(۱۸)

اس طرح سے فلاسفہ و متکلمین کے ہاں کائنات کی مادی تعبیرات ہی ملتی ہیں اور روحانی تعبیر کے وہ اہل نہیں ہوئے۔

فرد کا روحانی استخلاص

قرونِ وسطیٰ سے لیکر اب تک جب اسلامی مذاہب الٰہیات کی تکمیل ہوئی' انسانی فکر اور تجربے کی دنیا میں غیر معمولی وسعت پیدا ہو چکی ہے۔فطرت کی تسخیر اور اس پر غلبے نے انسان کے اندر ایک تازہ یقین اور ان قوتوں پر جن سے اس کے ماحول نے ترکیب پائی' فضیلت کا ایک نیا احساس پیدا کر دیا ہے۔ نئے نئے نقطہ ہائے نظر سامنے آ رہے ہیں' قدیم مسائل کو جدید تجربات کی روشنی میں حل کیا جا رہا ہے نیز کئی ایک اور نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ عقل انسانی زمان و مکان اور علیت جیسے بنیادی مقولات کی دنیا سے بھی آگے نکل جائے گی' پھر جوں جوں سائنسی افکار ترقی کر رہے ہیں' انسانی علم و ادراک کے متعلق بھی ہمارے تصورات بدل رہے ہیں۔(۱۹)

لیکن اس تمام فنی و تکنیکی اور سائنسی ترقی کے باوجود انسان کا ضمیر مردہ اور مادیت کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔اقبال پہلے خطبہ لکھتے ہیں یعنی ان خطبات میں بھی میرا یہی ارادہ ہے کہ اسلام کے بعض اساسی افکار کی بحث فلسفیانہ نقطہ نظر سے کر دوں تا کہ اور نہیں تو بہت ممکن ہے ہم اس حقیقت ہی کو آسانی سے سمجھ سکیں کہ بحیثیت ایک ایسے پیام کے جس کا خطاب تمام بنی نوع انسان سے ہے اسلام کے معنی کیا ہیں۔(۲۰) قرآن مجید کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ان گوناگوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اس کے اور کائنات کے درمیان قائم ہیں۔(۲۱)

دراصل اسلام کا مسئلہ ان دونوں قوتوں کا پیدا کردہ ہے جو باہمدِگر متصادم بھی ہیں اور متجاذب بھی' اور

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جن کی نمائندگی گویا مذہب اور تمدن سے ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی مسئلہ ہے جو ابتدا میں مسیحیت کو پیش آیا کہ ہم اپنی روحانی زندگی کی تکمیل کیلئے ایک الگ تھلگ اور مستقل وجود سرمایہ کی جستجو کریں اور جسے بانی مسیحیت کی بصیرت کے مطابق فروغ ہوتا ہو لیکن بیرونی قوتوں سے نہیں بلکہ خود اس کے اندر ایک نئے عالم کے انکشاف سے۔(۲۲)

اسلام کو اس عالم سے روحانی طور پر اتفاق ہے لیکن اسلام اس دنیاوی زندگی سے قطع تعلق کا درست نہیں دیتا۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ص وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ(۲۳)

محمد اسد مسیحیت کی خود ساختہ جبریت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کئی صدیوں تک یورپ کی روح کو ایک ایسے مذہبی نظام کے تحت دبایا جاتا رہا جو زندگی اور فطرت کی توہین پر مشتمل تھا۔ انجیل میں دستبرداری کی تعلیم' ایذا رسانی کو خاموشی سے برداشت کرنا' جنس سے قطع تعلق کرنا کیونکہ یہی جنت سے حضرت آدم وحوا کی بیدخلی کا سبب بنی تھی' اصل گناہ' مسیحؑ کے مصلوب ہونے سے کفارہ جیسے تمام عقائد' انسانی زندگی کو مثبت مرحلہ قرار دینے کی بجائے اسے ایک ضروری شیطنت اور روحانی ترقی کے راستے میں بڑی رکاوٹ بناتے تھے۔ ظاہر ہے اس طرح کا کوئی عقیدہ دنیاوی علم اور دنیاوی زندگی کی بہتری کیلئے توانائی سے بھرپور کوششوں کی حمایت نہیں کرسکتا۔(۲۴)

لہٰذا مسیحیت کی تعلیمات حقیقت یا عینی کا پراسرار اتصال ہے جو مجاز یا واقعی کے اندر زندگی پیدا کرتا ہے اور اسے سہارا دیتا ہے۔ اسلام نے حقیقت اور مجاز کے اتصال کا اعتراف کرتے ہوئے دنیائے مادیات کو رد نہیں کیا بلکہ اس کے تسخیر و تصرف کا رستہ دکھایا تاکہ ہم اپنی زندگی کا نظم و انضباط واقعیت کی اساس پر کریں۔(۲۵)

اسلام فرد کا روحانی استخلاص چاہتا ہے اور کائنات کو انسان کی تسخیر کیلئے پیدا کیا گیا' ارشاد فرمایا: وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ م بِاَمْرِهٖ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔(۲۶)

اور انسان کو بہت افضلیت عطا کر کے لاتعداد مخلوقات میں سے احسن قرار دیا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ. ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔(۲۷) اور اس سے وہ عظیم امانت اُٹھانے کا عہد لیا جس کا قبول کرنا باعث شرف و رحمت ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا. (۲۸) بیشک اس کی زندگی کا ایک آغاز ہے لیکن اس کا مقدر شاید یہ کہ کائنات کی ترکیب میں ایک دوامی عنصر بن جائے۔ ارشاد فرمایا:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی. اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی. ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی. فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی. اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی. (۲۹)

انسان کا وجود بایں ہمہ حقیقت کی کوئی شکل ایسی طاقتور نہیں ایسی ولولہ خیز اور حسین و جمیل نہیں جیسی روحِ انسانی لحاظ باعتبار اپنی کہنہ کے انسان ایک تخلیقی فعالیت ہے۔ یہ انسان کا ہی امتیاز ہے کہ فرشتوں نے سجدہ کیا اور عمل کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انسان کی فرشتوں پر برتری قائم کی ارشاد ہوتا ہے:

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ج ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ج ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰئهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ. وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ. وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ لا فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. (۳۰)

ان آیات میں یہ نکتہ مضمر ہے کہ انسان اشیائے معنی قائم کر سکتا ہے اور معانی کے قائم کرنا گویا ان کو اپنے قابو میں لے آنا ہے۔ اقبال کے نزدیک یہی عظیم انسان بہت بڑا انقلاب برپا کر سکتا ہے انسانیت کی تعمیر کر سکتا ہے اور عالمگیر معاشرہ قائم کر کے بنی نوع انسان کو ایک وحدت میں پرو سکتا ہے۔

نالندہ ترے عُود کا ہر تار ازل سے تو جنسِ محبت کا خریدار ازل سے
تو پیرِ صنم خانۂ اسرار ازل سے محنت کش و خوں ریز و کم آزار ازل سے
ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا دیکھ(۳۱)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

قرآن پاک کے نزدیک اسکائنات کی جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں' نوعیت کیا ہے اور یہ کہ اول اس کی آفرینش اس لیے نہیں ہوئی کہ تخلیق کا عمل ایک کھیل ہے۔(۳۲) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ. (۳۳)

اور یہ کائنات اور مظاہر فطرت ایک حقیقت ہیں جن کا اعتراف کرنا پڑے گا' ارشاد فرمایا: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَالَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. (۳۴)

یہ کائنات کوئی جامد شے نہیں' نہ ایک ایسا مصنوع جس کی تکمیل ختم ہو چکی اور جو بے حرکت اور نا قابلِ تغیر و تبدل ہے' بلکہ اس کے باطن میں ایک نئی آفرینش کا خواب پوشیدہ ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ". (۳۵)

دراصل زمان و مکان کی یہ عظیم وسعت اس امر کی منتظر ہے کہ انسان کا دستِ تسخیر اسے پورے طور پر مسخر کر لے' اس کا فرض ہے کہ آیاتِ الٰہیہ پر غور کرے اور اس طرح ان ذرائع کی تلاش میں قدم اُٹھائے جن کی بدولت وہ فی الحقیقت فطرت پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔(۳۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ. (۳۷)

قرآن پاک نے فطرت کے مشاہدے میں غور و فکر کی ترغیب دلائی تو اس لیے کہ ہم اس حقیقت کا شعور پیدا کریں جس کی عالم فطرت کو اس نے ایک آیت ٹھہرایا ہے۔ یہ فطرت ہی کے پیہم انقلابات ہیں جن کے پیشِ نظر ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ اپنے آپ کو نئے نئے سانچوں میں ڈھال دیں' پھر جوں جوں ہم اپنی ذہنی کاوش سے علائقِ فطرت پر غلبہ حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں' ہماری زندگی میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا ہے اور بصیرت تیز تر ہو جاتی ہے' انسان کائنات کے سربستہ راز جان کر اپنی تخلیق کے مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

انسانیت کا مستقبل: ''مذہب'' کا احیا

افرد کی زندگیوں میں مذہب روحانی بالیدگی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے نیز افراد کی تعمیر و ترقی کیلئے ایک مرکز فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک مستقبل میں انسانیت کی بقا کی خاطر اتحادِ آدم کے قیام کیلئے محض اخلاقی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نہیں بلکہ روحانی اقدار کے احیا کی ضرورت ہے۔ اقبال کے خطبات "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" کے آخری خطبے "Is Religion Possible?" کیا مذہب کا امکان ہے؟ کا بھی یہی لب لباب ہے کہ مذہب ہی انسانیت کا حتمی نجات دہندہ ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال' اقبال کی اس فکر سے متعلق لکھتے ہیں:

''اقبال کے خیال کے مطابق ہر مذہب کے اعلیٰ مدارج میں ''ارفع مذہب'' کا تصور موجود ہے جو اس مذہب کے عقیدے' اس کی عبادات اور اس کے ظاہری ضوابط سے بلند تر ہے۔ مستقبل میں اسی ارفع مذہب کے تصور کو اپنانے سے انسان اپنے مذہب سے وابستہ رہتے ہوئے دوسرے انسانوں کے مذہب کا احترام کر سکتا ہے۔'' (۳۸) اقبال نے ''ارفع مذہب'' کا تصور بھی قرآن مجید کی سورت ۵ آیت ۴۸ سے اخذ کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرماتے ہیں:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ. (۳۹) یعنی ہم نے تم سب کیلئے ایک شریعت اور رستہ رکھا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب ایک اُمت ہوتے تاکہ جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ پس ایک دوسرے سے نیک کاموں میں سبقت لینے کی کوشش کرو بالآخر تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ تمہیں بتائے گا کہ تمہارے آپس میں اختلافات کیا تھے۔ اقبال کے نزدیک اسلام ہی انسان کے مسائل کا بہترین حل پیش کر سکتا ہے' کیونکہ ایک الہامی مذہب ہے۔ ''اسلامی ثقافت کی روح'' میں اقبال نے اس بات کا تجزیہ کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا' س کے شعورِ ذات کی تکمیل ہوگی تو ہونہی کیدہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینِ پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا' یا موروثی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا' یا بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا' یا عالمِ فطرت اور عالمِ تاریخ کو علمِ انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لیے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے کیونکہ یہ سب تصورِ خاتمیت (بابِ نبوت مسدود ہے) ہی کے مختلف پہلو ہیں۔ (۴۰)

اسی مقصود کو اقبال ''الاجتہاد فی الاسلام'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

"The Seerah for a purely psychological foundation of human

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

unity becomes possible only with the perception that all human life is spiritual in its origin."(۴۱)

یعنی اتحادِ نسلِ انسانی کیلئے کسی خالص نفسیاتی اساس کی جستجو جب ہی کامیاب ہوسکتی ہے جب اس حقیقت کا ادراک ہو جائے کہ نوعِ نسانی ایک ہے اور اس کی زندگی کا سبب اصلاً روحانی ہے۔ ابن خلدون بھی ہر انسانی جماعت کیلئے مذہب کو بنیادی عنصر قرار دیتے ہے۔(۴۲)

جس پر اقوام کے ارتقا اور نشو ونما کا انحصار ہے۔ اقبال کے نزدیک مذہب نے ہی اضافۂ مراتب کے ساتھ ساتھ معاشروں کو بدل ڈالا'(۴۳)

یورپ کا عینی فلسفہ کبھی بھی زندگی کا مؤثر جزو نہیں بن سکا اور اب حالت یہ ہے کہ یورپ کی فساد زدہ خودی باہمد گر حریف جمہوریتوں کی شکل میں جن کا مقصدِ وحید یہی ہے کہ دولت مندوں کی خاطر ناداروں کا حق چھینے' اپنے تقاضے پورے کر رہی ہے' یورپ سے بڑھ کر آج انسان کے اخلاقی ارتقا میں بڑی رکاوٹ اور کوئی نہیں۔(۴۴)

کیونکہ یورپ لا مذہب و لا دینیت کے رستہ پر گامزن ہے جبکہ مذہب کا معاملہ طاقت و قدرت اور زندگی کا معاملہ ہے جس میں انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک آزاد اور با اختیار شخصیت حاصل کرے' شریعت کے حدود و قیود کو توڑ کر نہیں بلکہ خود اپنے اعماق شعور میں اس کے مشاہدے سے۔(۴۵)

عصر حاضر بے شمار سائنسی و تکنیکی ترقی کے باوجود اپنی روحانی فلاح کا کام نہیں کر سکا چنانچہ مذہب نے تو سائنس سے بھی بہت پہلے اس حقیقت کو پالیا تھا کہ اس کی بنا محسوسات و مدرکات پر ہونی چاہیے۔(۴۶)

جس کا مغربی فلاسفہ نے رد کیا کہ محسوسات کی دنیا حقیقی دنیا نہیں بلکہ روحانی دنیا کا تصور اس عالم کے سوا کوئی دوسرا عالم ہے جس سے وابستہ ہے۔ جماعت کی ہیئتِ ترکیبی کے اُصول بیان کرتے ہوئے مذہبی معتقدات کی وحدت کو بنیاد قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر قومی زندگی کا دارومدار ہے۔(۴۷) نیز مذہبی رویہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے' چنانچہ واضح کرتے ہیں:

''غرض مذہبی خیال بلا اس دینی اکتناز کے جو افراد کی آزادی میں غیر ضروری طور پر خلل انداز ہو کر اسلامی جماعت کی ہیئتِ ترکیبی کا مدار علیہ ہے۔ آگسٹس کامتے کا قول ہے کہ ''چونکہ مذہب ہماری کل ہستی پر حاوی ہے لہٰذا اس کی تاریخ ہماری نشو ونما کی پوری تاریخ کا خلاصہ ہونا چاہیے'' یہ قول جیسا ہماری قوم پر صادق آتا ہے کسی اور قوم پر نہیں۔''(۴۸)

اقبال کے نزدیک مذہب میں قدامت پرستی اچھی چیز نہیں ہے' اس سے مذہب کی دنیا میں وہ خرابیاں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

پیدا ہو جاتی ہیں جن سے خودی کی تخلیقی آزادی سلب ہو جاتی ہے اور اس میں یہ صلاحیت نہیں رہتی کہ عالم روحانیات مین کسی دوسرے راستے سے قدم بڑھا سکے۔(۴۹)

اس کے برعکس مذہبی زندگی کا کمال یہ ہے کہ خودی اپنے اندر زیادہ زیادہ سے گہری انفرادیت کا احساس پیدا کرے بہ نسبت اس کے جو عادتاً اس کے تصور میں آتی ہے دراصل یہ صرف وجود حقیقی ہے لہٰذا خودی کی ایسی روحانی تربیت ضروری ہے جو شخصیت اور معاشرے میں زبردست حیاتی تغیرات لا سکے' اپنے عمل سے عالم انسانی کو زیروزبر کر دے اور اس سے ایک نئی دنیا تعمیر کی جا سکے۔(۵۰)

اقبال کے نزدیک عصر حاضر کی تہذیب کیلئے مذہب کی ضرورت اور ناگزیر ہو جاتی ہے اور ویسے بھی ہر تہذیب کسی نہ کسی فلسفہ فطرت کی بنیادوں کا احاطہ کرتی ہے جو اس کو زندگی کے رہنما اُصول فراہم کرتے ہیں' علامہ کے نزدیک اول تو کوئی تہذیب ایسی نہیں جو اپنے احساسِ عالم کا اظہارِ فلسفۂ فطرت کسی نہ کسی شکل میں نہ کرے بعینہ کوئی فلسفہ فطرت نہیں جس کی انتہا کسی نہ کسی جواہریت پر نہ ہو' ہمارے سامنے ہندو جواہریت' یونانی جواہریت اور اسلامی جواہریت۔(۵۱)

اقبال کے نزدیک یورپ میں حیاتیات کے مسئلے کی تشکیل کو بہت زیادہ تحقیق و تدقیق سے کی گئی' وہاں اس کی انتہا اس عقیدے پر ہوئی کہ جہاں تک علومِ طبیعیہ کا تعلق ہے اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ انسان کو جو گوناگوں صلاحیتیں حاصل ہیں آئندہ بھی ان کا کوئی خاص ارتقا جاری رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر کا انسان انتہا درجہ مایوس و نا اُمید ہے اور اپنی اس کیفیت کو اس مادی تہذیب کی عملی اصطلاحات میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔(۵۲)

اور انسان کی یہ علمی اصطلاحات جو ملحدانہ روش کی عکاسی کرتی ہیں' مذہب اس کی اس دشواری کا مداوٰی کر سکتا ہے۔ ''پس چہ باید کرد'' میں اقبال اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ ''حرم'' کے اندر یعنی مذہب کے احیا سے اب تک عقل کو خطرہ پیدا ہو گیا ہے حالانکہ یہی وہ چیز ہے جو فرد کے قد و قامت کیلئے ضروری ہے۔

سپاہِ تازہ برانگیزم از ولایتِ عشق کہ در حرم خطے از بغاوتِ خرد است
زمانہ ہیچ نداند حقیقتِ او را جنوں قباست کہ موزوں بقامتِ فرد است
بآں مقام رسیدم چودر برش کر دم طوافِ بام و درِمن سعادتِ فرد است(۵۳)

اقبال کے نزدیک وحدتِ نبی آدم کیلئے مذہب ناگزیر ضرورت ہے اور پھر مزید یہ کہ مذہب کے ذریعے نام نہاد عقلی علوم کے احتساب اور از سرِ نو ان کی تدوین کے بعد افرادِ ملت کی تطہیر کا کام ناگزیر ہے' کیونکہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حیات ملی کو برقرار رکھنے کیلئے جس طرح دین و مذہب سے وابستگی ضروری ہے اسی طرح افرادِ ملت کی فکر کو فرنگی استعمار کی مادی فکری آلائشوں سے پاک کرنا بھی ضرور ہے۔(۵۴)

اقبال نے اسی نکتہ کو ''خطاب بہ مہر عالم تاب'' میں بیان کیا ہے:

زندگی از گرمیٔ ذکر است و بس حریت از عفتِ فکر است و بس
چوں شود اندیشۂ قومے خراب ناسرہ گردد بدستش سیم ناب
میرد اندر سینہ اش قلبِ سلیم درنگاہِ او کج آید مستقیم
برکراں از حرب و ضربِ کائنات چشمِ او اندر سکوں بیند حیات
موج از دریا کم گردد بلند گوہرِ اوچوں خزف نا ارجمند
پس نخستیں بایدش تطہیرِ فکر بعد ازاں آساں شود تعمیرِ فکر(۵۵)

یعنی زندگی صرف گرمیٔ ذکر ہے' یا حریت صرف فکر کی پاکیزگی کا نام ہے' جب کسی قوم کی سوچ خراب ہو جاتی ہے تو خالص چاندی بھی کھوٹا سکہ بن جاتی ہے' اس کے سینہ میں قلبِ سلیم مرمرجات ہے' اسے سیدھی راہ کجی دکھائی دیتی ہے۔ وہ راہ عمل چھوڑ کر سکون کی راہ اختیار کر لیتا ہے اس لیے سب سے پہلے فکر کی پاکیزگی ہونی چاہیے اس کے بعد فکر کی تعمیر آسان ہو جائے گی۔(۵۶)

لہٰذا مذہبی زندگی سے جذباتی وابستگی کا تقاضا ہے کہ فکر کو تمام لادینی آلائشوں سے پاک کیا جائے۔ (پس چہ باید کرد: اقبال کا عالمی منشور' ص ۶۶) اور یہ فریضہ بہترین صورت میں مذہب ہی انجام دے سکتا ہے کیونکہ اقبال کے نزدیک اس وقت دنیا کو حیاتیاتی اعتبار سے زندہ ہونے کی ضرورت ہے۔(۵۷)

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں کہ جہاں تک مذہب کے مدار عالیہ کا تعلق ہے' نہ تو محض عقیدہ ہے' نہ کلیسا' نہ رسوم و ظواہر' لہٰذا جب تک انسان کو اپنے آغاز و انجام یا دوسرے لفظوں میں اپنی ابتدا اور انتہا کی کوئی نئی جھلک نظر نہیں آتی وہ کبھی اس معاشرے پر غالب نہیں آ سکتا جس میں باہمد گر مقابلے اور مسابقت ایک بڑی غیر انسانی شکل اختیار کر رکھی ہے' نہ اس تہذیب و تمدن پر جس کی روحانی وحدت اس کی مذہبی اور سیاسی قدروں کے اندرونی تصادم سے پارہ پارہ ہو چکی ہے۔(۵۸)

اس مذہب کے احیا کے ذریعے اقبال انسانیت کے اندر ''حکمتِ کلیمی'' کو بیدار کرنا چاہتے ہیں اور ''حکمتِ فرعونی'' (علامہ کے نزدیک حکمتِ فرعونی سے وہ خاص طریق مراد ہے جس کے ذریعے مدارس میں محکوم قوموں کو غلامی سے سمجھوتہ کے اُصول سمجھائے جاتے ہیں تا کہ طالب علم صرف علم و فن سے واقف ہوں

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اور اپنی خودی اور انا سے واقف نہ ہوں۔(۵۹)

کا خاتمہ چاہتے ہیں' جس کے ذریعے بے باک' جرأت مند اور ولولہ انگیز قیادت کو اُبھارا جا سکے۔ ''حکمتِ کلیمی'' کی حکمرانی ہو اور انسان ہر طرح کے غم اور خوف سے نجات پائے' ایسی تدبیر کیلئے عصر حاضر کے باطل نظریات کو پاش پاش کرنا پڑے گا اور یہ ضربِ کلیمی کے بغیر ممکن نہیں۔ اقبال ''حکمتِ کلیمی'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

حکمتش برترز عقلِ ذو فنوں از ضمیرش امّتے آید بروں
حکمرانے بے نیاز از تخت و تاج بے کلاہ و بے سپاہ و بے خراج
از نگاہش فرودیں خیزد زدے دُردِ ھرخُم تلخ تر گردد زمے
اندر آہِ صبحگاہِ او حیات تازہ از صبحِ نمودش کائنات
درسِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ می دہد تا دلے در سینۂ آدم نہد
عز و تسلیم و رضا آموردش درجہاں مثلِ چراغ افروزدش(۶۰)

اس کے ساتھ ساتھ حکمتِ فرعونی کی نئی نئی شکلوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ فروغ محمد کے نزدیک سیاسی چالیں' لادینیت' مادر پدر آزادی' بداخلاقی' غلام ساز نظامِ تعلیم' نسل ولسانی بنیادوں پر وحدتِ ملی کی بیخ کنی' حکمتِ فرعونی کے وہ جدید مظاہر ہیں جن سے ہوشیار رہنا ضروری ہے' ورنہ حکمتِ فرعونی کی منطق چلتی رہے گی' مکر وفن کا بازار گرم رہے گا۔ رائج الوقت نظامِ تعلیم کا کارخانہ غلاموں کی نسل ڈھالتا رہے گا حتی کہ ''شیخ ملت'' بھی درِ پردہ حکمتِ فرعونی کی مریدی کا ہی دم بھرتا رہے گا۔(۶۱)

''حکمتِ فرعونی'' کے زیرِ عنوان اقبال فرماتے ہیں:

حکمتِ اربابِ دیں کردم عیاں حکمتِ اربابِ کیں راہم بداں
حکمتِ اربابِ کیں مکر است و فن مکروفن؟ تخریبِ جہاں تعمیرِ تن!
حکمتے از بندِ دیں آزادۂ از مقامِ شوق دور افتادۂ
مکتب از تدبیرِ او گیرد نظام تابکامِ خواجہ اندیشد غلام!
شیخِ ملت با حدیثِ دلنشیں برمرادِ او کند تجدیدِ دیں(۶۲)

اقبال کے نزدیک جدید حکمتِ فرعونی کے ہی زیرِ اثر نسل اور زبان کی بنیاد پر وحدتِ ملی پارہ پارہ ہوئی'

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اس کا توڑ فقط حکمتِ کلیمی ہے:

از دمِ او وحدت قومے دو نیم کس حریفش نیست جز چوبِ کلیم (۶۳)

اس کے برعکس اقبال کے نزدیک مذہب نے نہ صرف وحدتِ نسلِ انسانی کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ انسانیت کی تعمیر بھی کی' بقولِ اقبال کی رائے کے مطابق اس سے زیادہ اہم مسئلہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ہم ان واردات کی سنجیدگی سے تحقیق کریں جن کی بدولت غلاموں کے اندر وہ صفات پیدا ہوئیں کہ انہوں نے دنیا کی امامت اور رہنمائی کا فریضہ ادا کیا اور جن کے زیرِ اثر قوموں اور نسلوں کے اخلاق و کردار اس طرح بدلے کہ ان کی زندگی نے ایک بالکل نئی شکل اختیار کر لی۔ (۶۴)

اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے اقبال مزید لکھتے ہیں:

''مذہبی زندگی کی بنیاد ہمارا یہ ادراک ہے کہ خودی کی وحدت کو جو یوں دیکھتے ہیں بڑی نازک اور ناپائیدار نظر آتی ہے اور جسے ہر لحظہ ہلاکت اور فنا کا خدشہ ہے' پھر سے تعمیر کیا جا سکتا ہے' اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہر ماحول میں خواہ ہمیں اس کا علم ہو' یا نہیں زیادہ سے زیادہ آزادی سے کام لیتے ہوئے جیسے مواقع چاہے پیدا کر لے۔ یہ ادراک ہے جس کے ماتحت اعلیٰ مذہبی زندگی میں ہماری نگاہیں محسوسات مدرکات کی اس نوع کی طرف منعطف ہو جاتی ہیں جن سے حقیقت کی بعض بڑی نازک حرکات کا سراغ ملتا ہے اور جو اس پہلو سے کہ خودی حقیقت کی ترکیب میں ایک دوامی عنصر بن جائے' اس کے تقدیر اور مستقبل کیلئے بڑے فیصلہ کن ثابت ہوتے ہیں۔'' (۶۵)

وحدتِ نسلِ انسانی اور باطل نظریوں کے ابطال کیلئے مذہب کی ناگزیر ضرورت اس حقیقت کی غماضی کرتی ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں دینِ حق کی مکمل پیروی کی جائے۔

بانگِ حق او خیز یہاے اوست ہر چہ ہست از تخم ریز یہاے اوست (۶۶)

نیز فقرِ غیور کا احیا اقبال کے نزدیک دراصل مذہب اسلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ ''ضربِ کلیم'' میں فرماتے ہیں:

لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر دوسرا نام اسی دین کا ہے 'فقرِ غیور'! (۶۷)

کلامِ اقبال میں ''فقر'' کو مفلسی' محتاجی اور درماندگی کے بجائے استغنا' خودداری اور سربلندی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن ہی کی بدولت وہ مرکزی قیادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مردِ عظیم و فقیر کی طاقت کا اصل منبع

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

قرآن ہے اور قرآن ہی کی بدولت وہ مرکزی قیادت ابھر سکتی ہے جو ملت کی شیرازہ بندی کر سکے گی اور یہ جہاں بھی اُبھرے گی 'فقرِ غیور' کا کامل نمونہ ہو گی۔ اقبال کے نزدیک قرآن قانون بھی ہے' تصورات بھی۔(۶۸)

نیز قرآن عین فطرت ہے(۶۹) اگر ذہنِ انسانی اس فطرت کے تمام وکمال کا احصا بھی کر لے جو قانون اور تصورات دونوں کا سرچشمہ ہے' جب بھی ہمیں قرآن پاک ہی سے رجوع کرنا پڑے گا۔(۷۰)

اقبال کے نزدیک دینِ حق ہی ایک ایسی قبا ہے جو عقلی یعنی قیاسی علوم کی قامت پر راست آ سکتی ہے اور قیاسی علوم کو ملحدانہ روش سے ہٹایا جا سکتا ہے:

سپاہِ تازہ برانگیزم از ولایتِ عشق کہ درحرم خطرے از بغاوتِ خرد است(۷۱)

اسی ''فقرِ غیور'' اور دینِ حق کے ذریعے ایسے ''مردِ حُر'' کی قیادت انسانیت کی فلاح کا ضامن ہو سکتی ہے جو ملوکیت اور مطلق العنانیت کے زیرِ فرمان نہیں رہ سکتا' وہ اپنی پیٹھ پر اغیار کے مفادات کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔

مردے حُر چوں اشتراں بارے برد مردِ حُر بارے برد خارے خورد(۷۲)

غیروں کی نظریاتی' سیاسی اور معاشی غلامی سے آزاد بندۂ حق ''مردِ حُر'' ہی ہے جس کی قیادت انسانیت کو دنیا میں برتری و سربلندی عطا کر سکتی ہے کہ انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کیا جا سکے' اللہ کے احکام کرہ ارضی پر نافذ ہوں اور وحدتِ نسلِ انسانی کو بنیاد بنا کر ایک عالمگیر معاشرہ تشکیل دے جو انسانیت کے پریشان ضمیر و روح کا تریاق ہو' لہٰذا ایسے مردِ حُر کی قیادت وقت کی ضرورت ہے۔

صحبت از علم کتابی خوشتر است صحبتِ مردانِ حُر آدم گر است
اندریں عالم نیرزی باخسے تانیا ویزی بد امانِ کسے!(۷۳)

ایسی عالمگیر قیادت کا منبع و ماخذ ''قرآن'' ہوگا' اقبال کے الفاظ میں:

''قرآن ان سب حقائق کا جامع ہے جو ہمارے ادراک میں آ چکے ہیں اور ان کا بھی جن کا ادرک باقی ہے' خواہ یہ حقائق سنوسی کی زبان سے ادا ہوں' خواہ لینن کی۔ حقائق بہر حال حقائق ہیں' ان کو سمجھنے کی جس طرح بھی کوشش کی جائے اپنی جگہ پر ٹھیک ہے' مقصد ہے ان کا سمجھنا اور قبول کرنا' لہٰذا انہیں جس طرح بھی سمجھیں قرآن پاک ہی کا سمجھنا ہوگا' اس کی تعلیم سے بہرہ ور ہونا۔''(۷۴)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

قرآنِ حکیم کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں:

نقشِ قرآں تا دریں عالم نشست　　نقشہائے کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ درد دل مضمراست　　ایں کتا بے نیست چیزے دیگر است!
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شور　　جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود
مثلِ حق پنہانی و ہم پیدا است ایں　　زندہ و پائندہ گویا ست ایں
اندر و تقدیر ہائے غرب و شرق　　سرعتِ اندیشہ پیدا کن چو برق
با مسلمان گفت بر کف بند　　ہرچہ از حاجت جزوں داری بدہ
آفریدی شرع و آئینے دگر　　از کے بانورِ قرآنش نگر
از بم و زیرِ حیات آگہ شوی　　ہم ز تقدیرِ حیات آگہ شوی(۷۵)

جب اس جہاں میں قرآن حکیم کا نقش ثبت ہوا تو کاہنوں و پاپاؤں کے نقوش ٹوٹ گئے' میں اپنے دل کی بات برملا کہتا ہوں کہ یہ کتاب نہیں کچھ اور چیز ہے جب اس کا اثر جان میں داخل ہوتا ہے تو وہ اور ہو جاتی ہے جان بدل جائے تو جہان بدل جاتا ہے قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرح ظاہر بھی ہے اور باطن بھی' یہ زندہ و پائندہ اور گویا بھی ہے۔اس کے اندر مشرق و مغرب کی تقدیریں پنہاں ہیں۔انہیں سمجھنے کے لیے برق کی مانن تیز سوچ پیدا کر۔ یہ مسلمان سے کہتا ہے کہ جان ہتھیلی پر رکھ اور تیری ضرورت سے زائد جو کچھ بھی ہے اُسے خرچ کر دے اور تو نے اور طرح کا شرع و آئین بنالیا ہے' ذرا اس پر قرآن حکیم کی روشنی میں غور کر تا کہ تو زندگی کے وزیر اور تقدیر حیات سے آگاہ ہو جائے۔

قرآن حکیم کی مثال ایک بحرِ ناپیدا کنار کی سی ہے' غواص کو اس سے وہی کچھ میسر آئے گا جس کی اِسے طلب ہوگی پارہ جس کی استعداد کا حامل ہوگا۔(۷۶)

قرآن نہ صرف حقائق کا جامع ہے بلکہ ان کی تصدیق کا بھی واحد ذریعہ ہے۔(۷۷)

قرآن پاک نے جہاں حقائق کی تصدیق کی وہاں انسانوں کو نظر انداز کر دیا اور اگر نہیں بھی کیا تو اس حد تک ترمیم و قطع برید کے ساتھ کہ ان سے جن حقائق کی ترجمانی مقصود ہے ان کی طرف واضح طور پر اشارہ ہو جائے۔(۷۸)

دوسری اہم چیز قرآن کے ساتھ' جو تعمیرِ فرد کیلئے ضروری ہے ''اتباعِ سنت'' ہے' اقبال لکھتے ہیں:

''جہاں تک فرد کی ذات اور معاشرے کی تہذیب و ترقی یا دوسرے لفظوں میں معراجِ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

انسانیت کا تعلق ہے' یہ مقصد حضور رسالت مآب ا کی اتباع ہی سے حاصل ہوگا' البتہ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی نصب العین ہو اس کیلئے یقینِ کامل شرط ہے۔''(۷۹)

وحی اور نبوت ہر سرچشمہ علم ہے جس سے ہدایت اخذ کر کے معاشروں کی تعمیر ممکن ہو سکتی ہے' اقبال کے الفاظ میں:

''شعورِ نبوت کو تو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں زمانے کی ساری وسعتیں سمٹ کر ایک نقطے پر آ جاتی ہیں' ماضی و حال اور مستقبل کا امتیاز قائم نہیں رہتا۔ لہٰذا ہمارے لیے جو بات آنے والی ہوتی ہے شعورِ نبوت کو پہلے ہی سے اس کا علم ہوتا ہے اس طرح جیسے اس کا ظہور ہو رہا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انبیا علیہم السلام پر حقیقت اور صداقت کو اپنے سامنے عیاں دیکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے وحی الٰہی میں ان کے یقینِ کامل کی۔''(۸۰)

حتمی ہدایت ورشت کا سرچشمہ قرآن ہی ہے جس میں جگہ کی قید ہے نہ وقت کی۔(۸۱)

اقبال کے نزدیک عصرِ جدید کی سائنسی ترقی مردہ ضمیر انسان کا مستقبل نہیں بن سکتی کیونکہ مذہب اور سائنس کی راہیں جدا ہیں اقبال کے نزدیک دراصل مذہب اور سائنس کی منزل مقصود' گو ان کے منہاجات ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایک ہے' دونوں کو آرزو ہے کہ حقیقت کی تہہ اور کہنہ تک پہنچیں حتی کہ مذہب۔۔۔حقیقت مطلقہ تک پہنچنے کا خواہش مند ہے مگر پھر دونوں کے نزدیک 'موجود حقیقی' تک رسائی کا کوئی ذریعہ ہے تو یہی کہ ہم اپنے محسوسات و مدرکات کی چھان بین کرتے رہیں۔۔۔لہٰذا مذہب اور سائنس دونوں کے اعمال پہلو بہ پہلو' یعنی باہم متوازی جاری رہتے ہیں فرق ہے تو اتنا کہ سائنس کا عمل بے تعلقی کا عمل ہے جسے گویا ہم زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے سرانجام دیتے ہیں۔ برعکس اس کے مذہب کی کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے رجحانات کا رُخ چونکہ اس طرف ہے کہ ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں لہٰذا ان سب کو باہم مجتمع کیا جائے۔۔۔لہٰذا یہ دونوں عمل جن سے فی الحقیقت ایک دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے جب بغور مطالعہ میں آتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں اپنے اپنے حلقہ کار میں محسوسات و مدرکات کے تزکیہ میں لگے رہتے ہیں۔(۸۲)

گویا عصرِ حاضر کی سائنس انسان کے روحانی زوال کا مداوا نہیں کر سکی' لہٰذا ایک عالمی ریاست کا قیام مذہب کے ذریعے ہوگا اور مذہب کی بہترین حتمی شکل ''اسلام'' ہے' اقبال لکھتے ہیں:

''اسلام نے ہر معاملے میں ایک فطری اور طبعی روش اختیار کی اس لیے کہ اسلام کا مقصود

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ہے فرد اور جماعت کی تربیت' اس کا بہمہ وجود اور مسلسل نشو ونما۔'' (۸۳)

اقبال مزید لکھتے ہیں: ''اسلام قوائے حیات کا شیرازہ بند ہے' اسلام ہی وہ اسلاف ہے جس کی دنیا کو ضرورت تھی اور ہے۔'' (۸۴)

یعنی وحی واقعتاً بنی نوعِ انسان کی وحدت کا ناگزیر لائحہ عمل ہے۔ اقبال کے نزدیک اتصالِ اُمت کا احیا وقت کی اہم ضرورت ہے' عربوں کے منتشر معاشرے کو چودہ سو سال پہلے دو سپر پاورز' قیصر و کسریٰ' سے نجات کس نے دلائی اور ان دونوں کی طاقتوں کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا' اسلام ہی نے عربوں کو قبائلی جنگوں سے آزاد کر کے بھائی بھائی بنا دیا اور انہیں بدویانہ زندگی کی سطح سے اُٹھا کر علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کے مقامِ بلند پر فائز کیا حتیٰ کہ انہیں کی بدولت یورپ قرونِ مظلمہ سے نکلا۔ اسلام ہی نے اہلِ عرب کو ''علم و حکمت' شرع و دیں' نظمِ امور' سے اس حد تک آشنا کیا کہ یورپ نے تہذیب و تمدن کا سبق ان ہی سے سیکھا۔'' پس چہ باید کرد' میں اقبال فرماتے ہیں:

عصرِ حاضر زادۂ ایامِ تست   مستی او از مئے گلفامِ تست
شارحِ اسرارِ او تو بودۂ   اولیں معمارِ او تو بودہ (۸۵)

لیکن اب جو زمانہ حاضر فرنگی تصرفات کے ہاتھوں بے آبرو' کج رفتار اور بے دین ہو گیا ہے تو اِسے دوبارہ تو ہی اپنے ڈھب پر اور راہِ راست پر لا کر یہ دکھا دے کہ اسلام آج بھی دنیا میں انقلابِ عظیم برپا کر سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

تابہ فرزندی گرفت اورا فرنگ   شاہدے گر دید بے ناموس و ننگ
گرچہ شیرین است و نوشین است او   کج خرام و شوخ و بے دین اس او
مردِ صحرا! پختہ تر کن خام را   بر عیارِ خود بزن ایام را (۸۶)

لیکن یہ اِسی صورت میں ممکن ہے کہ اہلِ عرب خود کو پہچانیں اور اپنے اندر مذہب کی قوت پیدا کریں' قوت اس صورت میں بحال ہو سکتی ہے کہ وحدتِ دین کی اساس پر ملت کی از سرِ نو شیرازہ بندی ہو۔ فرماتے ہیں:

قوت از جمعیت دینِ مبین   دیں ہمہ عزم است و اخلاص و یقیں (۸۷)

اقبال اسی مردِ حُر کو غیروں کی غلامی سے متنبہ کرتے ہیں اور ہر لحظہ چوکنا رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور بے جا مداخلت کرنے والوں کو مار بھگانے کی تجویز دیتے ہیں' فرماتے ہیں:

اے ز افسونِ فرنگی بے خبر   فتنہ ہا در آستینِ اونگر
از فریبِ او اگر خواہی اماں   اشترانش راز حوضِ خود براں
حکمتش ہر قوم را بے چارہ کرد   وحدتِ اعرابیاں صد پارہ کرد (۸۸)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

یعنی تو فرنگیوں کے سحر سے بے خبر ہے اس کی آستین کے اندر جو فتنے پوشیدہ ہیں ان کا مشاہدہ کرو اگر تو اس کے فریب سے بچنا چاہتا ہے تو اس کے اونٹوں کو اپنے حوض سے بھگا دے۔ اس کی منافقت نے ہر قوم کو لاچار اور عربوں کو منتشر کر دیا ہے۔

علومِ حاضرہ کو لادینی اور مردم آزادی کی روش سے ہٹا کر ان سے بلاتفریق رنگ و نسل تمام بنی نوع انسان کو ایک وحدت شمار کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ اقوامِ مشرق کی ایک متوازی جمعیت بنائی جائے ابھرنے والی اسلامی بلاک سے اس کی توقع وابستہ کی جا سکتی ہے اور ایسی صورت میں کہ مغربی سامراجی طاقتیں اپنی غلامانہ اندیشیوں اور غلط کاریوں کا خمیازہ بھگتنے لگی ہیں ان کے سنبھالا لینے کی ہر خفیہ تدبیر سے ہوشیار رہتے ہوں احترامِ آدمیت اور فلاحِ بشریت کے دورِ سعید کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں:

اے امینِ دولتِ تہذیب و دیں آں یدِ بیضا بر آراز آستیں
خیز واز کارِ اُمم بکشا گرہ نشۂ افرنگ را از سر بنہ
نقشے از جمعیتِ خاور فگن داستاں خود را از دست اہرِ من(۸۹)

عالمی سطح پر صحیح الرائے قیادت کا انقلابی کارنامہ سرانجام دینے کیلئے قوتِ نافذہ کی ضرورت ہے جو خالصتاً صحیح الرائے مشرقی اقوام کی جمعیت ہی سے پیدا ہو سکے گی۔ اگر قوت صحیح الرئے نہ ہو تو وہ گمراہی کا سبب بن جاتی ہے اقبال فرماتے ہیں:

''اسلام قوائے حیات کا شیرازہ بند ہے اسلام ہی وہ ائتلاف ہے جس کی دنیا کو ضرورت تھی اور ہے۔''(۹۰)

''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' میں اقبال مذہب کو حتمی ذریعہ ہدایت ہدایت قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ حاصل کلام یہ کہ عصرِ حاضر کی ذہنی

سرگرمیوں سے جو نتائج مرتب ہوئے ان کے زیرِ اثر انسان کی روح مردہ ہو چکی ہے یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ خیالات اور تصورات کی جہت سے دیکھے تو اس کا وجود خود اپنی ذات سے متصادم ہے سیاسی اعتبار سے نظر ڈالیے تو افراد افراد سے۔ اس میں اتنی سکت ہی نہیں کہ اپنی بے رحم انانیت اور نا قابلِ تسکین جوع زر پر قابو حاصل کر سکے۔۔۔ وہ درحقیقت زندگی سے اُکتا چکا ہے اس کی نظر حقائق پر ہے یعنی حواس کے اس سرچشمے پر جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہے لہٰذا اس کا تعلق اپنے اعماق وجود سے منقطع ہو چکا ہے۔۔۔ دورِ حاضر کا مسلمان قطعاً مایوس ہو چکا ہے وہ سمجھتا ہے اس کی روحانی زندگی کا احیا اب مذہب کے ذریعے ناممکن ہے حالانکہ مذہب ہی وہ ذریعہ ہے جس سے افکار و خیالات کی دنیا میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور جس کے سہارے ہم زندگی قوت اور طاقت کے دائمی سرچشمے تک پہنچتے ہیں۔''(۹۱)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

خلاصۂ بحث

اقبال کا پیغام صرف مسلمانوں کیلئے نہیں ہے بلکہ اسلام کو تو انہوں نے دنیا کے سامنے تمدنی نظام کی حیثیت سے پیش کیا ہے' اس لیے کہ وہ اسلام کو مذہب سمجھتے ہیں اور جب وہ مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہیں تو گویا ''انسانوں'' کو اپنا موضوعِ سخن بناتے ہیں۔ جن لوگوں کی نظر اقبال کے پورے کلام اور اس کی غرض و غایت پر نہیں ہے' ان کی جانب سے ان پر فرقہ پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے۔

دراصل اقبال کے فلسفہ حیات کی روح متوازن ہے اور انہوں نے ہر شے کو خاص جگہ دے کر نظامِ حیات اور حدود و قیود میں محصور رکھ کر اپنا پیش کردہ نظامِ حیات قائم کیا ہے۔ اقبال کا نقطہ نگاہ عالمی ہے' ملک پر بھی ان کی نظر ہے اور ملت پر بھی' وہ نسل کو بھی دیکھتے ہیں اور اصل کو بھی۔ نظر کی یہ عالمیت' عمومیت' بلندی اور بے باکی اقبال کی خصوصیت ہے۔ اقبال نے جہاں رنگ' نسب اور نسبت سے برأت کی ہے وہاں مذہب کے اس تصور کو بھی مستحسن نہیں سمجھا جو انسان کو انسان سے جدا کرے۔ اقبال کے نزدیک ایک ایسا نظام جن کا موضوع تمام بنی نوع انساں ہے' پُر امن اور نوعِ انسانی کو ذات پات' رنگ' نسل' مذہب' زبان اور جغرافیائی حدود و قیود سے نجات دیتا ہے اور تمام بنی نوعِ انسان کو ایک برادری قرار دیتا ہے' آفرینش انسانیت سے 'اسلام'' کی شکل میں موجود ہے' اس لیے اسے اپنی شاعری میں نظر انداز کرنا ممکن نہیں بلکہ یہ تو ایسی چیز ہے جو اہل یورپ کو ایک عالمگیر مذہب 'اسلام' سے سیکھنی چاہیے۔

اقبال تمام انسانوں کی آزادی و دوستی کے ساتھ ان کی مساوات پر بھی زور دیتے ہیں اس لیے کہ بغیر مساوات انسان دوستی کا تصور محال ہے۔ وہ ان تمام کوششوں کو قابلِ نفرت قرار دیتے ہیں جو طبقاتی تقسیم کا سبب بنیں' وہ انسانوں کو جبر و استبداد سے نکال کر ان کو غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ اقبال کا فلسفہ زندگی بلند تر مقاصد کی ترجمانی کرتا ہے' وہ زندگی کی فطرت کا مقصد و منشا سمجھتے ہیں۔ کسی نسلی' علاقائی' لسانی اور قومی تعصب سے ماورا اسلام ہی وہ دینِ واحد ہے جو مخلوق اللہ سے شفقت اور محبت کا اعلان کرتا ہے' زندگی اور اقدار کے ٹوٹے ہوئے رشتوں میں مصالحت' اقبال کی ترجیحات کا اوّلین ہدف ہے۔

علامہ اقبال نے تمام دنیا کے فلسفوں اور علوم کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا اور وسیع القلبی سے ہمیشہ انسانیت کی اخوت و عالمگیریت کا جویا رہا۔ ان کو نہ کسی نظریئے سے بے جا نفرت ہے اور نہ کسی عقیدے سے بے جا محبت' وہ نہ مشرق سے دوستی رکھتے ہیں اور نہ مغرب سے بَیر' بلکہ ان کے درمیان یکسانیت و ربط کے قائل ہیں۔

نظریئے کی وسعت اور فکر کی یہی رفعت اقبال کو شاعرِ انسانیت کا اعزاز عطا کرتی ہے' شاعرِ انسانیت ہوتے ہوئے اقبال نے امن کے فروغ کی خاطر تہذیبوں اور قوموں کو مکالمے کی دعوت دی۔ اقبال نے تنگ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نظری اور تعصب کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے مسلمانوں کو ساری قوموں پر شفیق و مہربان ہونے کی تعلیم دی۔ اقبال کے نزدیک تہذیبوں کے درمیان مکالمے کی مضبوط اساس ''احترامِ آدمیت'' ہے جو تمام قوموں کے سیاسی، سماجی، معاشرتی اور مذہبی حقوق کی بحالی سے عبارت ہے۔

عالمی و آفاقی تہذیب کیلئے اقبال کا نصب العین عالمگیر مذہب ''اسلام کا نظریہ'' ہے اور یہ ایک قانونِ قدرت ہے جو پوری انسانیت کیلئے ہے۔ اس پر کسی فرقے، علاقے یا طبقے کی اجارہ داری نہیں، کوئی بھی فرد یا جماعت اِسے اختیار کر کے آدمیت کی تعمیر و تشکیل کر سکتا ہے۔ اس فطری قانون کی خلاف ورزی کسی بھی دور میں انسان کو راس نہیں آئی ہے۔ اس حقیقت کی شہادت موجودہ تہذیبی ماحول ہے، جس کی خرابی سے کوئی صاحبِ فکر انکار نہیں کر سکتا، یہ لادینیت، الحاد پرستی مغربی تہذیب کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا اس کا نعم البدل تلاش کرنا ہوگا اس مقصد کیلئے مشرق کی طرف دیکھنا ہوگا، جہاں اسلام کا نقطہ نظر اپنی اصلی شکل میں موجود ہے خواہ مسلمان اس سے بیگانہ ہی ہوں، اس سلسلے میں نہ عقیدے کا سوال اُٹھنا چاہیے نہ زمانے کا، بات صرف نظریئے، اُصول اور عمل کی ہے۔

ماحصل یہ کہ عصرِ حاضر میں مذہب ہی وحدتِ نسلِ انسانی کے احیا کا ناقابلِ تسخیر و لازوال نمونہ ہو سکتا ہے جس کی ''مردہ ضمیر انسانیت'' کو اشد ضرورت ہے اور وہ عالمگیر مذہب واحد اسلام ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ضربِ کلیم/ کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۷۰۔۷۱/ ۸۷۰۔۸۷۱

۲۔ الروم: ۳۰:۳۰ ۳۔ فکرِ اقبال کی روشنی میں تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ، ص ۹۰

4. Iqbal,Muhammad,Allama,The Reconstruction of Religious Thought in Islam,Iqbal Academy Pkistna,Lahore,1989 p.142)-

(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.1)-5

۶۔ خطباتِ اقبال نئے تناظر میں، ص ۵۷، ۵۸ ۷۔ ایضاً، ص ۵۸

(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.1-2)-8

(Ibid, p.2)-9

(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.23)-10

Ibid-11

۱۲۔ اقبال، علامہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، (ترجمہ نذیر نیازی) ، تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، بزم اقبال لاہور، ص ۴۳

(Ibid, p.24)-14 Ibid, p.24)-13

(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.3,4)-15

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۶۔ بنی اسرائیل ۱۷:۳۶ (Ibid, p.3)- 17

(Ibid, p.3) -18 (Ibid, p.6) -19

The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.6-7) -20

Ibid, p.7) -21 (Ibid, p.7)-22 ۲۳۔ البقرہ ۲:۱۶۴

(Asad, Muhammad, Islam at the Crossroads, p.23)-24

(Ibid, p.8)-25 ۲۶۔ النحل ۱۶:۱۲ ۲۷۔ التین ۹۵:۴۔۵

۲۸۔ الاحزاب ۳۳:۷۲ ۲۹۔۔ القیٰمہ ۷۵:۳۶۔۴۰ ۳۰۔ البقرہ ۲۸:۲۸۔۳۱

۳۱۔ بالِ جبریل/کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۱۳۷/۴۶۱

(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.8)-32

۳۳۔ الدّخان: ۴۴:۴۸ ۳۴۔ آل عمران ۳:۱۸۸ ۳۵۔ العنکبوت ۲۹:۱۹

(The Reconstruction of Relighious Thought in Islam, p.9)-36

۳۷۔ لقمان ۳۱:۱۹ ۳۸۔ افکارِ اقبال، ص ۱۱۹ ۳۹۔ المائدہ ۵:۴۸

(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.101) -40

Ibid -41

۴۲۔ جمعہ، محمد لطفی، تاریخ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب، مکتبتہ المعارف بمصر، ۱۹۲۷ء، ص ۲۳۴

(The Reconstruction of Relighious Thought in Islam, p.142)-43

(Ibid, p.142) -44 (Ibid, p.143)-45 (Ibid, p.144) -46

۴۸۔ معینی، عبدالواحد سید (مرتب) مقالاتِ اقبال، شیخ محمد اشرف لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۱۲۳

(The Reconstruction of Relighious Thought in Islam, p.145) -49

Ibid, p.145)-50 Ibid, p.147) -51 Ibid, p.148) -52

۵۳۔ پس چہ باید کرد/کلیات اقبال فارسی، ص ۵/۸۰۱

۵۴۔ فروغ احمد، پس چہ باید کرد، اقبال کا عالمی منشور، اقبال ریویو مجلّہ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، جنوری ۱۹۸۲ء، جلد ۲۲، نمبر ۴، ص ۶۵۔۶۶

۵۵۔ پس چہ باید کرد/کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۱۱/۸۰۷

۵۶۔ پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق مع مسافر (مترجم: میاں عبدالرشید)، ص ۱۹

(The Reconstruction of Relighious Thought in Islam, p.149)-57

Ibid, p.149)-58

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۵۹۔ داؤدی، انور مقبول، از مطالبِ اقبال، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۴، ص ۸۷۔۸۸
۶۰۔ پس چہ باید کرد/ کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۱۲، ۱۳/ ۸۰۸، ۸۰۹
۶۱۔ پس چہ باید کرد: اقبال کا عالمی منشور، ص ۶۷
۶۲۔ پس چہ باید کرد/ کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۱۵/ ۸۱۱ ۶۳۔ ایضاً
(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.150)-64
۶۵۔ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ (مترجم: سید نذیر نیازی)، ص ۲۹۸
۶۶۔ پس چہ باید کرد/ کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۱۸/ ۸۱۴
۶۷۔ ضربِ کلیم/ کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۴۳/ ۸۴۳
۶۸۔ نیازی، نذیر، سید، اقبال کے حضور، نشستیں اور گفتگوئیں، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۰۷، ص ۵۴
۶۹۔ ایضاً، ص ۵۴ ۷۰۔ ایضاً، ص ۵۵۔۵۶
۷۱۔ پس چہ باید کرد/ کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۵/ ۸۰۱ ۷۲۔ ایضاً، ص ۲۶/ ۸۲۲
۷۳۔ ایضاً، ص ۲۷، ۲۸/ ۸۲۳، ۸۲۴ ۷۴۔ اقبال کے حضور، ص ۵۸
۷۵۔ جاوید نامہ/ کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۸۱/ ۶۶۹
۷۶۔ تنولی، طاہر حمید، ڈاکٹر، فکرِ اقبال اور فہمِ قرآن کی جہات، اقبالیات، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، جلد نمبر ۴۸، شمارہ نمبر ۳، جولائی۔ ستمبر ۲۰۰۷ء، ص ۷۹
۷۷۔ عبدالغنی، ڈاکٹر، فکرِ اقبال کی روشنی میں تہذیبوں کا تقابل مطالعہ، ماہنامہ دعوت، اقبال نمبر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد ۹، شمارہ ۶، نومبر ۲۰۰۲ء، ص ۹۶
۷۸۔ ایضاً، ص ۵۹ ۷۹۔ اقبال کے حضور، ص ۶۲
۸۰۔ ایضاً، ص ۶۲ ۸۱۔ ایضاً، ص ۶۲
(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.155) -82
۸۳۔ اقبال کے حضور، ص ۴۷ ۸۴۔ ایضاً، ص ۴۷
۸۵۔ پس چہ باید کرد/ کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۴۲/ ۸۳۸ ۸۶۔ ایضاً
۸۷۔ ایضاً، ص ۴۱/ ۸۳۷ ۸۸۔ ایضاً، ص ۴۱/ ۸۳۷
۸۹۔ ایضاً، ص ۴۶/ ۸۴۳ ۹۰۔ اقبال کے حضور، ص ۴۷
(The Reconstruction of Religious Thought in Islam, p.148)-91

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.